کر دیا جس سے مسلم قومیت کے تصور کی نفی ہوتی ہو۔

ہندوؤں نے جوں جوں متحدہ ہندوستانی قومیت کے تصور کو آگے بڑھایا' مسلمانوں میں اپنے علیحدہ قومی تشخص کو برقرار رکھنے کا رجحان زیادہ شدید ہوا' یہاں تک کہ ۱۹۳۰ء میں علامہ اقبالؒ کو مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ الہٰ آباد میں کہنا پڑا کہ ہندوستان کا سیاسی مسئلہ قومی نہیں' بین الاقوامی ہے (۵)۔

اسی خطبہ میں علامہ نے یہ بھی کہا کہ وہ سمجھتے ہیں کہ کم از کم شمال مغربی ہندوستان میں مسلم علاقوں پر مشتمل مسلم ریاستوں کا قیام مسلمانوں کا مقدر بن چکا ہے (۶)۔

اس وقت سے مسلمان نوجوانوں کا ایک موثر اور مستعد گروہ انگلستان میں بھی اور ہندوستان میں بھی ایسی مملکت کے قیام کے لیے قلمی اور تنظیمی جدوجہد شروع کر چکا تھا' لیکن مسلمانوں کی سیاسی تنظیم مسلم لیگ نے اسے ابھی نہیں اپنایا تھا۔

قانونِ حکومتِ ہند ۱۹۳۵ء کے تحت ۱۹۳۷ء سے ۱۹۳۹ء تک صوبوں میں کانگریس حکومتیں قائم ہوئیں ان میں مسلمانوں پر جو جور و ستم ہوا اور ان کی فطری اقدار کو پامال کرنے کے لیے جو اقدامات ہوئے انہوں نے مسلم لیگ کے لیے ضروری بنا دیا کہ وہ ہندوستان کے مشرقی اور جنوبی حصوں میں مسلم اکثریت کے علاقوں پر مشتمل آزاد مسلم ریاستوں کے قیام کو اپنا نصب العین بنا کر اس کے حصول کے لیے جدوجہد شروع کر دے۔ انہی ایام میں علامہ اقبالؒ نے محمد علی جناحؒ کو اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کی کہ برصغیر میں ایک یا ایک سے زیادہ آزاد مسلم ریاستوں کو قائم کرنے کا مطالبہ کر دینا چاہئے۔ محمد علی جناحؒ کے نام اپنے خط مورخہ ۲۸ مئی ۱۹۳۷ء میں لکھتے ہیں۔

> ''اسلامی قانون کے طویل اور عمیق مطالعہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اگر اس نظام قانون کو اچھی طرح سمجھ کر نافذ کیا جائے' تو ہر شخص کے لیے کم از کم معاش کا حق محفوظ ہو جاتا ہے' لیکن شریعت اسلام کا نفاذ اور ارتقاء آزاد مسلم ریاست یا ریاستوں کے بغیر اس ملک میں ناممکن ہے''(۷)۔

اسی خط میں آگے چل کر کہتے ہیں:

> ''مسلم ہندوستان کے مسائل کا حل آسان طور پر کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ملک کو ایک یا ایک سے زیادہ مسلم ریاستوں میں تقسیم کیا جائے' جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہو۔ کیا آپ کی رائے میں اس مطالبہ کا وقت نہیں آپہنچا؟''(۸)

پھر اپنے ۲۱ جون کے خط میں یوں رقم طراز ہیں:

> ''ہندوستان کو ایک ہی وفاق میں مربوط رکھنے کی تجویز بالکل بیکار ہے۔ مسلم صوبوں کے ایک جداگانہ وفاق کا قیام واحد راستہ ہے' جس سے ہندوستان میں امن وامان قائم ہوگا اور مسلمانوں کو غیر مسلموں کے غلبے اور تسلط

سے بچایا جا سکے گا۔ کیوں نہ شمال مغربی ہندوستان اور بنگال کے مسلمانوں کو علیحدہ اقوام تصور کیا جائے' جنہیں ہندوستان اور بیرون ہندوستان کی دوسری اقوام کی طرح حق خود اختیاری حاصل ہو''(۹)۔

محمد علی جناحؒ نے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز ۱۹۰۶ء میں انڈین نیشنل کانگرس میں شمولیت سے کیا تھا' لیکن ۱۹۱۳ء میں وہ مسلم لیگ میں بھی شامل ہو گئے تھے اور اس وقت سے ہندو مسلم تعاون کی بنیاد پر ملکی آزادی کی جدوجہد میں مصروف تھے۔ اس جدوجہد کا بنیادی نقطہ یہ تھا کہ ہندوستان میں جو بھی نظام حکومت قائم ہو' اس میں مسلمانوں کی مخصوص قومی حیثیت قائم رہے(۱۰)۔ اب ان کے اور اقبالؒ کے خیالات میں پوری ہم آہنگی پیدا ہو چکی تھی اور انہیں یقین ہو گیا تھا کہ ہندوستان میں مسلمانوں کے روشن مستقبل کا انحصار صرف ایک یا ایک سے زیادہ آزاد مسلم ریاستوں کے قیام پر ہے۔

اقبالؒ نے ۱۹۳۶ء کے آغاز سے دو سال کے دوران محمد علی جناحؒ کے نام جو خطوط لکھے انہیں پہلی بار ۱۹۴۳ء میں کتابی صورت میں شائع کیا گیا۔ اس کتاب کا پیش لفظ قائداعظمؒ نے خود لکھا۔ اس پیش لفظ کے اختتامی الفاظ یہ ہیں:

''میرے نزدیک یہ خطوط زبردست تاریخی اہمیت کے حامل ہیں' بالخصوص وہ خطوط جن میں مسلم ہندوستان کے سیاسی مستقبل کے بارے میں ان کے خیالات کا واضح اور غیر مبہم اظہار ہے۔ ان کے خیالات بہت حد تک میرے خیالات سے ہم آہنگ تھے اور ہندوستان کے دستوری مسائل کے مطالعے اور تجزیے کے بعد بالآخر میں بھی انہی نتائج پر پہنچا اور کچھ عرصہ بعد یہی خیالات مسلم ہندوستان کے اس متحدہ ارادہ کی صورت میں سامنے آئے' جس کا اظہار آل انڈیا مسلم لیگ کی قراردادِ لاہور میں ہوا' جو عام طور پر قراردادِ پاکستان کے نام سے موسوم ہے''(۱۱)۔

مارچ ۱۹۴۰ء میں مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس لاہور میں قائداعظمؒ کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اس میں ہندوستان کے ہر علاقے کے ہزاروں مسلمان نمائندوں نے شرکت کی۔ قائداعظمؒ نے اپنے خطبۂ صدارت میں فرمایا:

''اگر حکومت برطانیہ چاہتی ہے کہ اس برصغیر کے لوگوں کو امن اور خوشی حاصل ہو' تو اس کی صرف یہ ایک صورت ہے کہ ہندوستان کو آزاد قومی مملکتوں میں تقسیم کر کے بڑی اقوام کے لئے قومی وطن قائم کر دیئے جائیں''(۱۲)۔

انہوں نے کہا کہ:

''اسلام اور ہندوئیت ... دو جداگانہ اور مختلف اجتماعی نظام ہیں اور یہ محض خواب ہے کہ ہندو اور مسلمان کبھی ایک متحدہ قوم بن سکیں گے۔ نہ یہ آپس میں شادی بیاہ کرتے ہیں' نہ ایک ساتھ بیٹھ کر کھاتے ہیں۔ حقیقت یہ

ہے کہ یہ دو مختلف تہذیبوں سے وابستہ ہیں، جن کی بنیاد زیادہ تر متضاد خیالات اور تصورات پر ہے...... ان کی تاریخ، ان کا ماضی اور ان کے مشاہیر مختلف ہیں۔ اکثر اوقات ایک قوم کا ہیرو دوسری قوم کا دشمن ہوتا ہے اور ایک کی فتح دوسری قوم کی شکست ہوتی ہے ایسی دو قوموں کو ایک ریاست میں اکٹھا کرنے سے ان میں بے چینی بڑھے گی، اور بالآخر ریاست کا نظام تباہ ہو جائے گا''(۱۳)۔

مسلمانوں کی علیحدہ ریاست کے حق میں دلائل دیتے ہوئے انہوں نے کہا:

''قومیت کی ہر تعریف کی رو سے مسلمان ایک قوم ہیں اور اس بات کے مستحق ہیں کہ ان کا اپنا وطن، اپنا علاقہ اور اپنی مملکت ہو۔ ہماری خواہش ہے کہ ہم ایک آزاد اور خود مختار قوم کی حیثیت سے اپنے ہمسایوں کے ساتھ امن و اتحاد سے رہیں اور اپنی روحانی، ثقافتی، اقتصادی اور سیاسی زندگی میں اپنے تصورات اور مزاج کے مطابق بھرپور ترقی کریں''(۱۴)۔

مسلم لیگ کے اس اجلاس میں وہ تاریخی قرارداد منظور ہوئی، جو اب قراردادِ پاکستان کے نام سے مشہور ہے۔ اس قرارداد میں مطالبہ کیا گیا کہ ہندوستان کے شمال مغربی اور مشرقی حصوں پر مشتمل جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں، آزاد مسلم مملکت یا مملکتیں قائم کر دی جائیں (۱۵)۔

پاکستان ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو مشرقی پاکستان، سرحد، سندھ، مسلم پنجاب بلوچستان پر مشتمل ایک متحدہ مملکت کی حیثیت سے قائم ہوا لیکن جو لوگ تقسیم ہند اور قیام پاکستان کے خلاف تھے ان کے زیر اثر بعض مسلمانوں نے بھی قیام پاکستان کی مخالفت کی تھی۔ بعض بے سمجھ اور مفاد پرست پاکستانی قراردادِ لاہور کے الفاظ ''آزاد مسلم مملکت یا مملکتیں قائم کر دی جائیں'' کے حوالے سے پاکستان میں صوبہ پرستی کو ہوا دیتے رہتے ہیں حالانکہ مملکتوں کے لفظ سے جو ابہام پیدا ہو سکتا ہے اسے ۷/ اپریل ۱۹۴۶ء کو مرکزی اور صوبائی اسمبلیوں میں مسلم لیگ کے منتخب ارکان کی کونشن منعقدہ دہلی میں حسین شہید سہروردی کی طرف سے پیش کردہ یہ قرارداد متفقہ طور پر منظور ہوئی کہ قراردادِ لاہور میں استعمال کئے گئے الفاظ ''مملکتوں'' کو تبدیل کر کے مملکت کر دیا جائے۔

قراردادِ لاہور میں یہ واضح کر دیا گیا کہ اس کے علاوہ کوئی آئینی منصوبہ مسلمانوں کو قبول نہیں ہوگا۔

اس قرارداد کی منظوری سے مسلمانوں کو ایک واضح نصب العین مل گیا جس کا مقصد ایک آزاد مسلم ریاست حاصل کر کے اس میں اسلامی قانون کے مطابق زندگی کو منظم کرنا تھا۔ چونکہ اس نصب العین کے حصول کی ذمہ داری مسلم لیگ نے اٹھائی تھی، اس لئے اب مسلمان جوق در جوق اس میں شامل ہونے لگے اور یہ جماعت بہت جلد ہندوستان میں مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت بن گئی۔ کانگرس اور انگریز حکمران یہ تسلیم کرنے کے لیے تیار نہ تھے کہ مسلمان من حیث القوم مسلم لیگ کے نظریہ

قومیت کی حمایت کرتے ہیں اور پاکستان کا حصول ان کا مقصد حیات بن گیا ہے۔

ہندوستان میں ۱۹۴۵ء کے آخر میں مرکزی مجلس قانون ساز اور ۱۹۴۶ء کے شروع میں صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات ہوئے۔ مرکز میں تمام اور صوبوں میں ۴۹۲ میں سے ۴۲۸ نشستیں مسلم لیگ کے امیدواروں نے حاصل کیں۔ کانگریسی مسلمانوں اور جمیعت العلمائے ہند کے امیدواران کو' جو متحدہ ہندوستانی قومیت کے حامی تھے' بری طرح شکست ہوئی اور قائداعظمؒ کا یہ دعویٰ درست ثابت ہوگیا کہ مسلم لیگ کا مطالبۂ پاکستان ہندوستان کی پوری مسلم قوم کا مطالبہ ہے۔ اس مطالبہ کے حق میں مسلمانوں کی جدو جہد کامیاب ہوئی اور ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان قائم ہوگیا۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ پاکستان کے حصول کے لئے جدو جہد میں ہندو اکثریت کے صوبوں کے مسلمانوں نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔ انہیں معلوم تھا کہ ان کے علاقے پاکستان میں شامل نہیں ہوں گے۔ پھر بھی انہوں نے پاکستان کی کیوں حمایت کی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ یہ چاہتے تھے کہ کم از کم ان علاقوں پر مشتمل مسلمانوں کی آزاد ریاست قائم ہوجائے جہاں وہ اکثریت میں ہیں اور وہاں وہ اپنا سیاسی' معاشی اور معاشرتی نظام اسلام کے بنیادی اصولوں کے مطابق قائم کرسکیں۔ یہی نظریہ پاکستان ہے اور یہ اسی نظریہ کی کشش تھی کہ ہندوستان کے مسلمانوں نے من حیث القوم مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا حسین مدنی جیسے متحدہ قومیت کے حامی علماء کو نظرانداز کر کے قائداعظمؒ کا ساتھ دیا۔

پاکستان کی نظریاتی اساس کے بارے میں اس وقت تک جو کچھ بیان ہوا ہے' تحریک پاکستان کے دوران اس کے علاوہ بھی قائداعظمؒ کی بے شمار ایسی تقریریں اور بیانات موجود ہیں' جن میں نظریہ پاکستان کی وضاحت' پاکستان میں جمہوری نظام کے قیام' عام لوگوں کی معاشی حالت کی بہتری اور اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت کے بارے میں واضح رہنمائی ملتی ہے۔ ان تقاریر اور بیانات میں سے یہاں چند اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں۔

انسانی مسائل کے حل کے لیے قرآنی تعلیمات کی اہمیت:

تحریک پاکستان کے ابتدائی ایام میں قرآنی تعلیمات کی اہمیت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

> ''میں کوئی مولوی نہیں ہوں' نہ مجھے دینیات میں مہارت کا دعویٰ ہے۔ البتہ میں نے قرآن مجید کی تعلیمات میں اسلامی زندگی کے روحانی پہلو' معاشرت' سیاست' معیشت سب کے متعلق راہنمائی حاصل کی ہے۔ انسانی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جو قرآن مجید کی تعلیمات کے احاطے سے باہر ہو۔ قرآن کی اصولی ہدایت اور سیاسی طریق کار نہ صرف مسلمانوں کے لیے بہترین ہیں بلکہ اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے لیے سلوک اور آئینی حقوق کا اس سے بہتر تصور ممکن نہیں''۔

مطالبہ پاکستان اور نظریہ پاکستان کی وضاحت:

قائداعظمؒ نے مارچ ۱۹۴۴ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں منعقدہ ایک اجلاس میں مطالبۂ پاکستان یعنی مسلمانوں کی علیحدہ مملکت کے قیام کو اسلام کا بنیادی مطالبہ قرار دیا۔

۲۷ نومبر ۱۹۴۵ء کو ایڈورڈز کالج پشاور کے طلباء سے خطاب کے دوران اس مطالبہ کی ان الفاظ میں وضاحت کی:

''ہم دونوں قوموں (ہندو اور مسلم) میں صرف مذہب ہی کا فرق نہیں۔ ہماری تہذیبیں بھی ایک دوسرے سے الگ ہیں، ہمارا دین صرف مذہبی اصولوں تک محدود نہیں، بلکہ وہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو زندگی کے ہر شعبے میں ہماری راہنمائی کرتا ہے۔ ہم مسلمان ہونے کی حیثیت سے اپنی پوری زندگی اس ضابطہ حیات کے مطابق بسر کرنا چاہتے ہیں اور یہی مطالبہ پاکستان کی بنیاد ہے''۔

نظریہ پاکستان کا تحفظ:

جون ۱۹۴۵ء میں سرحد مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن سے پیغام میں نظریۂ پاکستان کے تحفظ کی ضرورت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''پاکستان کا یہ مطلب نہیں کہ ہم (محض) آزادی چاہتے ہیں۔ اس سے اصل میں مراد وہ مسلم آئیڈیالوجی ہے، جس کا تحفظ نہایت ضروری ہے۔ یہ بیش بہا تحفہ اور خزانہ ہمیں وراثت میں ملا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ ہم اس سے خود ہی متمتع نہیں ہوں گے، بلکہ ہمارے ساتھ اور لوگ بھی اس سے فیض یاب ہوں گے۔ ہم نے صرف آزادی حاصل نہیں کرنی، بلکہ اس قابل بھی بننا ہے کہ اس کی حفاظت بھی کر سکیں اور اسلامی تصورات اور اصولوں کے مطابق زندگی بسر کرنے کے قابل ہو سکیں''۔

عوام کی حالت بہتر بنانے کے لیے جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کو انتباہ:

اپریل ۱۹۴۳ء میں مسلم لیگ کے دہلی سیشن میں عوام کی غربت کے حوالے سے اپنے خطبہ میں جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کو متنبہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ انہیں خودغرضی اور لالچ چھوڑ دینا چاہیے کہ یہ اسلام کے سبق کے خلاف ہے۔ اسی خطبہ میں فرماتے ہیں کہ

''آپ دیہات میں کہیں بھی جائیے، آپ کو لاکھوں لوگ ایسے ملیں گے جنہیں ایک وقت کی روٹی بھی بہ مشکل ملتی ہے۔ کیا اسے ہم مہذب معاشرہ کہہ سکتے ہیں؟ کیا پاکستان کے قیام کا یہ مقصد ہے؟......اگر پاکستان کا یہی مقصد ہے تو مجھے ایسا پاکستان نہیں چاہیے۔''

پاکستان اور جمہوریت:

پاکستان کے نظام حکومت کا تذکرہ کرتے ہوئے مسلم لیگ کے دہلی سیشن کے صدارتی خطبے میں ہی کہتے ہیں کہ
''پاکستان میں عوام کی حکومت ہوگی' کیونکہ جمہوریت ہمارے خون میں رچی ہوئی ہے۔''

جولائی ۱۹۴۷ء میں ایک پریس کانفرنس میں پاکستان میں جمہوریت کے بارے میں ایک سوال پر یوں جواب دیتے ہیں:-

> ''جب آپ جمہوریت کی بات کرتے ہیں تو مجھے شبہ ہوتا ہے کہ آپ نے اسلام کا مطالعہ نہیں کیا۔ ہم نے جمہوریت تیرہ سو سال پہلے سیکھ لی تھی۔''

قائداعظمؒ نے اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت کے لیے جو وعدے کیے تھے' پاکستان میں ان پر پوری طرح عمل ہو رہا ہے۔ اس کے مقابلے میں اگر دیکھا جائے تو ہمسایہ ملک کے سیکولر نظام کی جو عملی صورت ہے' اس میں اقلیتوں' خصوصاً مسلمانوں سے مختلف صورتوں میں بے انصافی کا جو رویہ روا رکھا جا رہا ہے' وہ کسی مہذب معاشرے کو زیب نہیں دیتا۔

پاکستان کے قیام کے بعد جیسا کہ اوپر ذکر ہوا' قائداعظمؒ کی زندگی نے زیادہ دیر تک ساتھ نہیں دیا اور وہ پاکستان کے آئینی ڈھانچے کی تیاری میں عملی کردار ادا نہیں کر سکے' لیکن پاکستان کے گورنر جنرل کی حیثیت سے انہوں نے مختلف موقعوں پر جو تقاریر کیں اور جو بیانات دیئے' اُن میں اُن کے اِن نظریات کی پوری تائید ہوتی ہے' جن کا اظہار وہ تحریکِ پاکستان کے دوران کرتے رہے ہیں اور اس بات کا واضح ثبوت ملتا ہے کہ وہ پاکستان کا آئین قرآن وسنت کی روشنی میں اسلام کے بنیادی اصولوں کے مطابق مرتب کرنے کے حق میں تھے' جس میں جمہوری نظامِ سیاست اور انصاف پر مبنی معاشی اور معاشرتی نظام کے قیام کی ضمانت ہو اور پاکستان کے دوسرے شہریوں کی طرح اقلیتوں کو بنیادی حقوق کی پوری حفاظت حاصل ہو۔

قائداعظمؒ نے تحریکِ پاکستان کے دوران اور اس کے بعد بھی کبھی یہ نہیں کہا تھا کہ پاکستان سیکولر ریاست ہوگی' لیکن مجلس آئین ساز میں ان کی 11 اگست ۱۹۴۷ء کی تقریر کے ان حصوں کی جن میں پاکستان میں اقلیتوں کی حیثیت کا ذکر ہوا ہے' بیرون ملک اور اندرون ملک بعض لوگ مسلسل یہ تشریح وتوضیح کرتے آئے ہیں کہ قائداعظمؒ کوئی سیکولر ریاست بنانے کے حق میں تھے۔ اس تقریر سے متعلقہ اقتباسات ملاحظہ ہوں:-

> ''اپنے مندروں' مسجدوں اور ہر قسم کی دوسری عبادت گاہوں میں جانے کے لیے آپ پاکستان میں بالکل آزاد ہیں۔ آپ خواہ کسی مذہب یا عقیدے سے تعلق رکھتے ہوں' مملکت کے کاروبار کو اس سے کوئی سروکار نہیں۔ ہم اس بنیادی اصول سے آغاز کر رہے ہیں کہ ہم سب ایک مملکت کے شہری ہیں۔ ہمیں اس نصب

العین کو ہر وقت سامنے رکھنا چاہیے۔ آپ وقت کے ساتھ ساتھ دیکھیں گے' نہ ہندو ہندو رہے گا' نہ مسلمان مسلمان' مذہبی معنوں میں نہیں' سیاسی معنوں میں ریاست کے شہریوں کی حیثیت سے۔''

ان اقتباسات سے یہ نتیجہ کیسے اخذ کیا جاسکتا ہے کہ قائداعظمؒ نے پاکستان کا نظام' اسلامی تصورات اور اصولوں کی بنیاد پر قائم کرنے کا ارادہ ترک کر دیا تھا اور اپنے اس مؤقف سے منحرف ہوگئے تھے کہ ''تمہارا دین...... ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے' جو زندگی کے ہر شعبے میں ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ ہم مسلمان ہونے کی حیثیت سے اپنی پوری زندگی اس ضابطۂ حیات کے مطابق بسر کرنا چاہتے ہیں اور یہی مطالبہ پاکستان کی بنیاد ہے۔''

قائداعظمؒ کی زندگی میں ہمیں کوئی مرحلہ ایسا نہیں ملتا جہاں انہوں نے ایک سچے اور صاف گو انسان کی طرح اپنے اندازِ فکر کو غیر مبہم الفاظ میں واضح نہ کیا ہو۔ ان کی ساری قومی زندگی اس بات کی گواہ ہے کہ انہوں نے ہمیشہ اپنا نقطۂ نظر کسی خوف اور لالچ کے بغیر بیان کیا ہے اور اگر کسی بات یا نقطۂ نظر کی سچائی پر انہیں یقین ہوگیا ہے' تو وہ اس کے حق میں چٹان کی طرح ڈٹ گئے ہیں۔ اسی طرح اگر انہیں کسی بات سے اختلاف ہوا ہے' تو اس کا بھی انہوں نے بے دھڑک اظہار کیا ہے۔ اگر وہ پاکستان کو سیکولر ریاست بنانا چاہتے تو ان کے متعلق یہ سوچا بھی نہیں جاسکتا کہ وہ اس کا کھلم کھلا اظہار نہ کرتے۔

انہوں نے اپنی 11 اگست ۱۹۴۷ء کی تقریر کے بعد کئی موقعوں پر اس بات کا کھلم کھلا اظہار کیا کہ پاکستان کا آئین جمہوری ہوگا' اور اسلام کے بنیادی اصولوں پر مبنی ہوگا' جس میں مسلمانوں کے حقوق کے ساتھ ساتھ غیر مسلموں کے حقوق کو مکمل تحفظ حاصل ہوگا۔

فروری ۱۹۴۸ء میں امریکہ کے عوام کے نام اپنی براڈ کاسٹ تقریر میں پاکستان کے آئین کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:-

''پاکستان کی مجلس آئین ساز کو ابھی پاکستان کا آئین بنانا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ اس کی حتمی شکل کیا ہوگی' لیکن مجھے یقین ہے کہ یہ اسلام کے بنیادی اصولوں پر مبنی جمہوری آئین ہوگا۔ ہماری زندگی میں آج بھی یہ وصول اسی طرح قابلِ عمل ہیں جس طرح آج سے تیرہ سو سال پہلے تھے۔ اسلام اور اس کے بنیادی تصور نے ہمیں جمہوریت کی تعلیم دی' اس نے ہمیں مساوات' انصاف اور ہر شخص کے ساتھ سچائی کا رویہ اختیار کرنا سکھایا ہے۔ ہم ان عظیم روایات کے وارث ہیں اور پاکستان کا آئین بنانے کے سلسلے میں اپنی ذمہ داریوں اور فرائض سے پوری طرح آگاہ ہیں...... ہمارے ہاں ہندو' عیسائی' پارسی' کافی غیر مسلم آباد ہیں۔ انہیں یہاں دوسرے شہریوں کی طرح ہی حقوق اور مراعات حاصل ہوں گی اور پاکستان کے معاملات میں اپنا کردار ادا

کرنے کا انہیں پورا حق حاصل ہوگا۔‘‘

یہ ایک مثال ہی یہ ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ غیر مسلموں کو پاکستان میں برابر کے شہری قرار دینے سے قائداعظمؒ پاکستان کے اسلامی تشخص کو ہرگز ختم نہیں کرنا چاہتے تھے‘ بلکہ یہ یقین رکھتے تھے کہ یہاں اسلامی اصولوں کی بنیاد پر آئین تیار ہوگا‘ تو اس کے ذریعے غیر مسلموں کے حقوق کی بہتر طریقے سے حفاظت ہو سکے گی۔

ہمارے سیاسی نظام کے بارے میں کچھ الجھاؤ تھیاکریسی کے مفہوم کو غلط سمجھنے یا غلط پیش کرنے کی وجہ سے بھی پیدا ہوا ہے۔ مفکرِ پاکستان علامہ محمد اقبالؒ اور خود قائداعظمؒ نے کئی بار یہ وضاحت کی ہے کہ اسلامی نظام میں تھیاکریسی کی گنجائش نہیں ہے۔ قائداعظمؒ کی جس تقریر کا اوپر حوالہ دیا گیا ہے‘ اس میں بھی انہوں نے یہ کہا ہے کہ پاکستان تھیاکریٹک ریاست نہیں ہوگی‘ جس میں اقتدار کا اختیار مذہبی رہنماؤں کو حاصل ہوتا ہے۔ تھیاکریسی کے بارے میں ایسے حوالوں سے بھی بعض لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ پاکستان کو سیکولر ریاست بنانا مقصود تھا۔ یہاں یہ بات سمجھنے کی ضرورت ہے کہ اسلامی ریاست نہ تھیاکریٹک ہوسکتی ہے‘ نہ سیکولر۔ سیکولر نظام میں ریاست کا کوئی سرکاری مذہب نہیں ہوتا اور ملک کی مقننہ کو‘ وہ پارلیمان کہلائے یا کانگرس یا اس کا کوئی اور نام ہو‘ حاکمیت حاصل ہوتی ہے اور اسے ہر مسئلہ پر حتمی فیصلہ کرنے اور حتمی قانون بنانے کا اختیار ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر برطانوی پارلیمان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ ہر قسم کا قانون بنانے کا اختیار رکھتی ہے‘ بجز اس کے کہ قانون کے ذریعے کسی مرد کو عورت اور عورت کو مرد قرار دے دے۔ اب اگر یہ پوچھا جائے کہ ایسی پارلیمان اگر یہ فیصلہ کردے کہ آج سے ہر مرد عورت کہلائے گا اور ہر عورت مرد‘ یا یہ قانون بنادے کہ آئندہ سے ریاست میں موجود کسی سیاہ فام انسان کو جینے کا حق نہیں ہوگا‘ یا ہر سیاہ فام آدمی جانور کہلائے گا‘ تو کیا اسے قانون تسلیم کیا جائے گا؟ جواب یہ ہے کہ چونکہ یہ قانون ایک ایسی پارلیمان نے بنایا ہوگا جسے مکمل اقتدار حاصل ہے‘ اس لیے عدالتیں اسے قانون مانیں گی‘ اگرچہ اخلاقی اور اعلیٰ انسانی اقدار کی بنیاد پر اسے پسندیدہ قرار دینا ممکن نہ ہوگا۔

تھیاکریٹک نظام میں مذہبی رہنماؤں (Priests) کی حکومت ہوتی ہے اور یہ حق نہ عام لوگوں کو منتقل کیا جاسکتا ہے‘ نہ عام لوگ اس میں حصہ دار بن سکتے ہیں۔

یہ دونوں نظام کسی ایسی ریاست کے آئین کا حصہ نہیں بن سکتے‘ جو قرآن وسنت کی روشنی میں اسلامی اصولوں کی بنیاد پر قائم کی جائے۔ ایسی ریاست سیکولر اس لیے نہیں ہوسکتی کہ اس کے بنیادی قوانین اللہ کی حاکمیت کے اصول کے تحت قرآن و سنتؐ کی روشنی میں بنائے جاتے ہیں اور تھیاکریٹک اس لیے نہیں ہوسکتی کہ اس میں حکومت کا حق کسی خاص مذہبی گروہ کو حاصل نہیں ہوتا۔ یہ حق مسلم عوام کو حاصل ہوتا ہے‘ جو کاروبارِ حکومت تقویٰ کی بنیاد پر منتخب نمائندوں کے ذریعے انجام دیتے ہیں۔ ایسی

ریاست میں پارلیمان' قانون سازی میں ان حدود سے تجاوز نہیں کر سکتی' جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے واضح احکامات کی حیثیت رکھتے ہیں۔ان احکامات کے مطابق انسانی حقوق اور معاملات کے بارے میں قانون سازی اور قانون پر عمل کرنا اس ریاست کے لیے مذہباً لازمی ہوتا ہے۔

ہم نے پاکستان کے آئین میں اللہ کی حاکمیت کو تسلیم کیا ہے اور ریاست کے سیاسی' معاشی اور معاشرتی امور منتخب نمائندوں کے ذریعے قرآن وسنت کی روشنی میں طے کرنے کا وعدہ کیا ہے۔اگر ہم سچائی اور دیانتداری کے ساتھ یہ وعدہ پورا کرنے کا عزم کرلیں تو یہ ناممکن نہیں کہ ہم پاکستان کو اسلامی اصولوں پر مبنی ایک ایسی جمہوری فلاحی ریاست بنانے میں کامیاب ہو جائیں' جس میں ہر شہری کو ترقی کے مساوی مواقع میسر ہوں' فرد کی بنیادی ضروریات کی فراہمی حکومت کی ذمہ داری ہو اور قانون کی حکمرانی کا ایسا نظام رائج ہو سکے جس میں رنگ' نسل' عقیدے اور حیثیت کے فرق کے بغیر ہر شخص کو ہر اعتبار سے انصاف کا پورا تحفظ حاصل ہو۔قائداعظمؒ پاکستان میں ایسا سیاسی نظام ہی چاہتے تھے' کیونکہ ایسے سیاسی نظام میں ہر رائج الوقت سیاسی نظام کے مقابلے ملک کے عوام کے حقوق کی حفاظت کی ذمہ داری قرآن وسنت کی روشنی میں پوری کرنا مملکت کا فرض ہوتا ہے اور رنگ' نسل اور عقیدے کی بنیاد پر ان میں کوئی فرق نہیں کیا جا سکتا۔

حوالہ جات

۱۔ دیکھیے ''مضامینِ اقبالؒ'' مرتبہ تصدق حسین تاج' حیدرآباد دکن ۱۳۶۲ھ
خطبہ صدارت آل انڈیا مسلم لیگ دسمبر ۱۹۳۰ء' ص ۱۴۴۔

۲۔ See "*The Present State of Indian Politics*" by Sir Syed Ahmad Khan (Allahbad 1888) pp .2 -24.

۳۔ See the "*Pioneer Mail*", Allahbad, 4th January 1907.

۴۔ See "*Indian Statutory Commission*, Vol.IV, p.132.

۵۔ ''مضامین اقبالؒ'' ص ۱۳۹۔

۶۔ ایضاً ص ۱۱۹۔

۷۔ تفصیل کی لیے ملاحظہ ہو: *Struggle for Pakistan* by I.A. Qureshi pp.35-36

۸۔ ملاحظہ ہو: اقبالؒ کے خطوط جناحؒ کے نام' ترتیب وتہذیب محمد جہانگیر عالم' ص ۳۵، ۳۶، ۷۱، ۷۶۔

۹۔ ایضاً' ص ص ۳۸۔۷۵۔

۱۰۔ See "*Some Recent Speeches and Writing of Mr. Jinnah*" by Jamil-ud-Din Ahmad, (Lahore 5th Edition, 1952) Vol.I, p.222.

۱۱۔ "اقبالؒ کے خطوط جناحؒ کے نام" ص۵۵۔

۱۲۔ For the full next of his address see "*Recent Speeches and Writings of Mr. Jinnah*". pp.154-181. See also Sharif-ud-Din Peerzada, "*Foundations of Paksitan*" (Karachi, 1970) pp.327-339.

۱۳۔ ایضاً۔

۱۴۔ ایضاً۔

۱۵۔ See "*Foundations of Pakistan*" by Sharif-ud-Din Peerzada (Karachi, 1970)p.341.